وحی کی حقیقت اور اہمیت

اسلامی اور استشراقی افکار کا تحقیقی مطالعہ۔(۳)

حسنین عباس گردیزی
اسلام آباد

قرآن میں لفظ وحی اور اس کے مشتقات ۷۸ بار استعمال ہوئے ہیں یہ لفظ اسم اور فعل دونوں میں آیا ہے،اسم (وحی) ۶ مرتبہ استعمال ہوا ہے اور فعل (أوحی،اَوْحینا،اُوحی،یُوحی) ۷۲ مرتبہ آیا ہے۔قرآن مجید میں یہ لفظ صرف اصطلاحی مفہوم تک محدود نہیں ہے بلکہ لغت کے اعتبار سے وسیع معنی میں بروئے کار لایا گیا ہے۔ اصطلاحی مفہوم میں یہ لفظ سب سے زیادہ استعمال ہوا ہے۔اپنے موارد استعمال میں سے ۶۶ مقامات پر یہ لفظ اپنے شرعی اور اصطلاحی معنی میں آیا ہے۔اس کے علاوہ یہ لفظ کن معنوں میں استعمال ہوا ہے، ذیل میں اس امر کا جائزہ لیا جاتا ہے۔

جیش تفلیسی نے لکھا ہے کہ قرآن میں وحی دس معنوں میں آئی ہے:

ا۔خفیہ بات کرنا	۲۔نیچے بھیجنا	۳۔پیغام دینا	۴۔خط لکھنا	۵۔اشارہ کرنا
۶۔آگاہ کرنا	۷۔الہام	۸۔فرمانبردار بنانا	۹۔امر کرنا	۱۰۔وسوسہ شیطان

فخر الدین رازی نے بیان کیا ہے:

’’واما الایحاء فقد ورد الکتاب به علی معان مختلفة یجمعها تعریف الموحی الیه بامر خفی

من اشارة او كتابة او غير هما و بهذا التفسير يعد الالهام وحيا" (۲)

معاصر محققین میں سے آیت اللہ جعفر سبحانی نے قرآن میں وحی کے پانچ معانی ذکر کیے ہیں اور ہر ایک کے لیے آیات قرانی کا حوالہ دیا ہے انہوں نے ان معانی کا ذکر کیا ہے:

۱۔ ہدایت تکوینی (فصلت۔۱۲ازلزلۃ۔۵۴)

۲۔ ادراک غریزی (نحل۔۶۸)

۳۔ القاء برروح (قصص۔۷، مائدہ۔۱۱۱، یوسف۔۱۵، انفال۱۲، انعام۔۱۲۱، انعام۔۱۱۲

۴۔ امدادھای غیبی (انبیاء۔۷۳)

۵۔ وحی تشریعی جو انبیاء اور رسولوں سے مخصوص ہے (یونس۲، رعد۳۰، انعام۳۰، انعام۱۹، اسراء۳۹۔۷۳، ۸۶، طٰہٰ ۷۷، انبیاء اور دیگر بہت سی آیات)۔(۳)

آیت اللہ ہادی معرفت کے بقول "قرآن" نے اس لفظ کو چار معنوں میں استعمال کیا ہے:

۱۔ نفس المعنى اللغوى:الايماء ة الخفيه۔ یعنی خود لغوی معنی جو کہ خفیہ اشارہ ہے۔

۲۔ ترکیز غریزی فطری۔ یعنی جبلت کو ودیعت کرنا۔

۳۔ الھام نفسی: دل میں بات ڈالنا۔

۴۔ انبیاء اور رسل کی طرف اللہ تعالیٰ کا القاء۔(۴)

ڈاکٹر محمود رامیار لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں وحی اور ایحاء مختلف طریقوں سے آیا ہے اس طرح کہ بعض موقعوں پر لغوی معنی سے بہت فرق نظر آتا ہے۔ قرآن میں اس کے لغوی معنی "مخفی اشارہ" کا ذکر ہے جیسے سورہ مریم کی آیت نمبر۱۱ خدا اور انسان کے درمیان رابطے کے تین طریقوں کے لیے لفظ وحی کا استعمال ہوا ہے۔ کبھی وحی" جبلت اور فطری شعور باطنی" ہوتی ہے جیسے سورہ نحل کی آیت ۶۸ میں شہد کی مکھی کو وحی کی گئی ہے۔

یہی وحی جبلت د آسمانوں کے امر میں استعمال ہوئی ہے (مثلاً سورہ فصلت آیت۱۲) اس کو تسخیر بھی کہتے ہیں۔ خدا اور فرشتوں کے رابطے کو بھی وحی کہا جاتا ہے۔ جیسے سورہ انفال آیت ۱۲۔

شیطان کے وسوسے کو بھی بطور خاص وحی کہا گیا ہے (سورہ انعام آیت۱۱۲، ۱۲۱) اور آگے بڑھیں تو برگذیدہ افراد کو بھی وحی ہوتی ہے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی والدہ کو وحی ہوئی (سورہ قصص، آیت ۸) اور حضرت عیسیٰ کے حواریوں کو بھی حضرت عیسیٰ کے واسطے سے وحی کا " اعلان" ہوا۔(۵)۔

ان آراء کے بارے میں تجزیے کے طور پر یہ نکات سامنے آتے ہیں۔

۱۔ تفلیسی نے وحی کے مفہوم اور اس کے مصداق میں فرق نہیں کیا بلکہ مصادیق کو بھی وحی کے مفہوم میں شامل کر دیا ہے۔ جیسے نیچے بھیجنا، فرمانبردار بنانا اور وسوسہ شیطان۔

۲۔ فخرالدین رازی نے صرف اشارے اور کتابت کو بیان کیا ہے باقی طرق وحی کو ذکر نہیں کیا البتہ الہام کو بھی وحی شمار کیا ہے۔

۳۔ سبحانی نے بھی زیادہ تر مصادیق وحی کو بیان کیا ہے اور انہیں مفہوم وحی میں شامل کیا ہے جیسے ہدایت تکوینی، ادراک غریزی اور امدادھای غیبی۔

۴۔ ہادی معرفت نے لغوی معانی کے استعمال کو اچھے طریقے سے بیان کیا ہے۔

۵۔ ڈاکٹر محمود رامیار کی یہ بات صحیح نہیں ہے کہ ''قرآن میں بعض موقعوں پر لغوی معنی سے بہت فرق نظر آتا ہے'' کیونکہ فصل میں وحی کا جو مفہوم متعین ہوا ہے اس کی قدر مشترک ان تمام موارد میں موجود ہے اور لفظ وحی اپنے استعمال کے تمام موارد میں اپنے لغوی مفہوم سے ہم آہنگ ہے۔

مزید یہ کہ انہوں نے بھی زیادہ تر وحی کے مصادیق بیان کرنے پر اکتفاء کیا ہے۔

جب ہم قرآن میں وحی کے استعمال کا تجزیہ کرتے ہیں تو سب سے زیادہ یہ اپنے اصطلاحی مفہوم میں بروئے کار لایا گیا ہے ان موارد کی تعداد ۶۶ ہے ایک محقق نے ان موارد کی تعداد ۷۰ سے بھی زیادہ بتائی ہے۔(۶)

شرعی اور اصطلاحی مفہوم میں وحی کا استعمال تمام انبیاء کے لیے ہوا ہے لیکن ان میں اکثریت ایسے مقامات کی ہے جہاں یہ لفظ حضرت محمدؐ اور قرآن کے لیے استعمال ہوا ہے۔(۷)

قرآن کی وہ آیات جن میں یہ لفظ اپنے اصطلاحی معنی میں استعمال نہیں ہوا مجموعی طور پر ان کی تعداد ۱۲ ہے ذیل میں ہم ان آیات کا جدا جائزہ لیتے ہیں۔

۱۔ فَخَرَجَ عَلٰى قَوْمِهٖ مِنَ الْمِحْرَابِ فَاَوْحٰىٓ اِلَيْهِمْ اَنْ سَبِّحُوْا بُكْرَةً وَّ عَشِيًّا۔(۸)

پس وہ اپنی محراب سے لوگوں کی طرف نکلا اور انہیں اشارے سے کہا صبح و شام خدا کی تسبیح کیا کرو۔ اس آیت میں ''اوحیٰ'' کا کیا مفہوم ہے اس بارے میں دو آراء پائی جاتی ہیں:

۱۔ بمعنی ''اشارہ کیا''

۲۔ بمعنی ''لکھا''

راغب اصفہانی نے اس آیت میں اوحی کا مفہوم اشارہ کرنا بیان کیا ہے۔(۹)

علامہ طبرسی نے بھی ''اشارہ کرنا'' معنی کیا ہے البتہ انہوں نے ''قیل'' کے لفظ کے ساتھ دوسرے معنی کو بھی بیان کیا ہے۔(۱۰)

ایک اور مقام پر انہوں نے صرف پہلا معنی ہی ذکر کیا ہے۔(۱۱)

پس ان کی رائے میں یہاں ''اشارہ کرنا'' ہی اوحی کا معنی ہے۔ زمخشری نے الکشاف میں دو مقامات پر اس آیت کا ذکر کرتے ہوئے ''اوحیٰ'' کے معنی کو بیان کیا ہے۔(۱)اوحی:اشار عن مجاھد ویشھدله الارمزا وعن ابن عباس کتب لھم علی الارض۔(۱۲)

اس مقام پر انہوں نے دونوں معنی ذکر کیے ہیں جبکہ دوسرے مقام پر انہوں نے صرف پہلا معنی ہی ذکر کیا۔(۱۳)

اور اولالذکر مقام پر انہوں نے ''اشارہ کرنا'' کے حق میں رائے بھی دی ہے اور اس کی دلیل آیت کا سیاق بیان کیا ہے۔ شیخ طوسی نے بھی اوحی کا معنی ''اشارہ کرنا'' متعین کیا ہے۔(۱۴)

ابن منظور نے بھی پہلا معنی بتایا ہے۔(۱۵)

صحیح البخاری بشرح الکرمانی میں امام عبداللہ الیتمی الاصفہانی کا قول نقل کیا گیا ہے اس کے مطابق یہاں اوحیٰ بمعنی'' لکھنے'' کے آیا ہے۔(۱۶)

علامہ طبری نے اپنی تفسیر میں کہا ہے(فَاَوحیٰ اِلَیھِم ان سَبِّحُوا) بمعنی فالقی ذلك الیھم ایماء والاصل فیه ماوصفت من القاء ذلك الیھم وقدیکون القاؤہ ذلك الیھم ایماء ویکون بکتاب۔(۱۷)

یعنی انہوں نے بھی پہلے معنی کو ہی اوحی کا مفہوم بیان کیا ہے۔

معاصر محققین میں سے تفسیر المنار اور تفسیر المیز ان کے مصنفین نے مذکورہ آیت میں اوحی کا معنی ''اشارہ کرنا'' ہی بیان کیا ہے۔(۱۸)

ہماری تحقیق کے مطابق اس آیت میں لفظ وحی اپنے لغوی معنی ''اشارہ کرنا'' میں استعمال ہوا ہے اور اپنے لغوی معنی سے مکمل طور پر ہم آہنگ ہے۔اس کی دلیل آیت کا یہ سیاق ہے:

حضرت زکریا نے کہا: میرے پروردگار میرے لیے کوئی نشانی قرار دے' فرمایا: تو صحیح وسالم ہوتے ہوئے تین رات (دن) لوگوں سے بات نہیں کر پائے گا۔(۱۹)

بالکل اسی طرح ایک اور آیت میں فرمایا: زکریا نے عرض کیا پروردگارا! میرے لیے کوئی نشانی قرار دے۔فرمایا: ''الاتُکلّم النّاس ثَلاثَةَ اَیّام اِلاَرَمْزا'' تو ''رمز'' کے علاوہ لوگوں سے تین دن تک بات نہیں کر سکے گا۔(۲۰)

> یہ لفظ ''رمز'' دلالت کرتا ہے کہ حضرت زکریا نے اپنی قوم کو اشارہ کر کے اپنا مقصد بیان کیا۔(۲۱)
>
> وَاَوحی رَبُّكَ اِلَی النَّحِل اَن اتخذِی مِنَ الْجِبَالِ بُیُوتا وَ مِنْ الشَّجَرِو مِمَّا یَعْرِشُون ثُمَّ کُلِی مِنْ کُلِ الثَّمَراتِ فَاسلُکِی سُبُل رَبِّكَ ذللا۔

تیرے پروردگار نے شہد کی مکھی کو وحی کی کہ پہاڑوں، درختوں میں اور جو عرشے لوگ بناتے ہیں ان میں گھر بنائے پھر تمام پھلوں میں سے کھائے اور جو راستے تیرے پروردگار نے معین کیے ہیں ان میں راحت سے چلے پھرے۔

اس آیت میں شہد کی مکھی کو کی جانے والی وحی اپنے کس مفہوم میں ہے۔اس بارے میں علامہ طبری کا قول ہے:

(واَوحیٰ رَبُّكَ اِلَی النَّحِل) بمعنی القی ذالك الیها فا لهمها۔(۲۲)

یعنی آیت میں مذکور پیغام اس کی طرف القاء کیا گیا پس اسے الہام کیا گیا۔

صاحب الکشاف نے بیان کیا ہے۔

الایحاء الی النحل: الهاماً والقذف فی قلوبهاو تعلیمها علیٰ وجه هواعلم به لاسبیل لاحدالی الوقوف علیه۔(۲۳)

شہد کی مکھی کی طرف وحی کا معنی الہام ،اس کے دل میں ڈالنا اسے ایسے طریقے سے تعلیم دینا ہے جو صرف وہی جانتا ہے۔

علامہ طبرسی نے کہا۔

اوحی ربك الی النحل،ای الهمها الهاما عن الحسن وابن عباس و مجاهد و قیل جعل ذالك فی غرائز ها بما یخفی مثله عن غیرها۔(۲۴)

انہوں نے حسن ابن عباس اور مجاہد سے نقل کیا ہے کہ اوحی کا معنی الہام ہے جبکہ ایک اور قول کا بھی ذکر کیا ہے۔

ایک اور مقام پر انہوں نے اس کا معنی ''الہام'' متعین کر دیا ہے۔(۲۵)

اسی طرح قدماء میں سے ابن قیم جوزی(۲۶) صحیح بخاری کے شارح(۲۷)اور فخر الدین رازی(۲۸) نے مذکورہ آیت میں وحی کا معنی الہام بیان کیا ہے۔

المنار کے مصنف مذکورہ آیت میں وحی کا معنی ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

الوحی فی اللغة یطلق۔۔۔وعلیٰ مایکون غریزة دائمة و منه قوله تعالی۔(۱۶۔۶۸)(۲۹)

لغت میں وحی کا اطلاق دائمی غریزہ پر بھی ہوتا ہے۔جیسا کہ اس آیت میں ہے۔

علامہ طباطبائی اسے یوں بیان کرتے ہیں۔

"واوحی ربك الی النحل" ای الهمه من طریق غریزته التی اودعهافی بنیته۔(۳۰)

اوحی بمعنی الہام ہے جبلت کے ذریعے سے جسے اللہ تعالیٰ نے اس کی سرشت میں ودیعت کیا ہے۔
ایک اور مقام پر وہ اس الہام کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

فالالهام بالقاء المعنى في فهم الحيوان من طريق الغريزة من الوحي۔ (۳۱)

پس الہام یعنی حیوان کی سمجھ میں جبلی طور پر کسی معنی کا ڈالنا یا القاء کرنا وحی ہے۔
''آیۃ اللہ ہادی معرفت قرآن میں وحی کے معانی بیان کرتے ہوئے دوسرا معنی یہ ذکر کرتے ہیں۔

تركيز غريزي فطري و هو تكوين طبيعي مجعول في جبلة الاشياء استعاره من اعلام قولي لا علام ذاتي بجامع الخفاء في كيفية الالقاء والتلقي فبما ان الوحي اعلام سري، ناسب استعارته لك شعور باطني فطري و منه قوله تعالىٰ۔(النحل ۶۸)(۳۲)

ان کے مطابق یہاں ''اوحی'' شہد کی مکھی کی جبلت میں ان امور کو قرار دینے کے معنی میں آیا ہے جن کا آیت میں ذکر ہے۔ چونکہ وحی کا لغوی معنی بات کا پہنچانا ہے۔ یہاں ذاتی خصوصیت کا پہنچانا ہے البتہ ان دونوں میں قدر مشترک ''القاء کا مخفی ہونا موجود ہے اس لیے یہاں لفظ وحی بطور استعارہ استعمال ہوا ہے یعنی اپنے حقیقی معنی میں استعمال نہیں ہوا۔

پیر محمد کرم شاہ نے یہاں وحی کا معنی تسخیر بتایا ہے پھر تسخیر کا یہ معنی کیا ہے: وحی بذریعہ تسخیر یعنی اس چیز کی فطرت اور طبیعت میں کوئی بات ڈال دی گئی ہے جس کی بجا آوری پر وہ چیز طبعاً مجبور ہے جیسے شہد کی مکھی۔ (۳۳)

محمود حجازی (من علماء الازھر)۔ (۳۴) اور محمد عزۃ دروزۃ (۳۵) نے مذکورہ آیت میں وحی بمعنی الہام بیان کیا ہے۔ سید شمس الحسن افغانی نے اسے وحی فطری قرار دیا ہے۔ (۳۶) اسی طرح ڈاکٹر رامیار (۳۷) اور جعفر سبحانی (۳۸) نے یہاں وحی کا معنی بالترتیب ''جبلت فطری، شعور باطنی اور ادراک غریزی'' قرار دیا ہے۔

ایک اور معاصر محقق سعیدی روشن نے اسے ''حیوان کی جبلت کی تدبیر'' کا نام دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ شہد کی مکھی کے تمام کام تفہیم خاص الٰہی ہیں جو اس ذات میں ودیعت کر دیئے گئے ہیں اور چونکہ یہ جبلت کا القاء ایک طرح سے اللہ کی طرف سے خفیہ پیام رسانی ہے اس لیے اس پر وحی کے عنوان کا اطلاق ہوا ہے۔ (۳۹) مذکورہ بالا اقوال سے یہ نتیجہ حاصل ہوا ہے کہ اس آیت میں وحی کے دو معنی ہیں۔

۱۔ جبلت اور فطرت کا قرار دینا۔ ۲۔ شہد کی مکھی کے شعور اور فہم میں بات ڈالنا۔

پہلے معنی کے لحاظ سے اس لفظ کا استعمال مجازی ہے اور دوسرے معنی کی بناء پر وحی اپنے حقیقی اور لغوی معنی میں استعمال ہوئی ہے اور زیادہ تر محققین نے اسی کا انتخاب کیا ہے اور ''حقیقت مجاز سے اولی ہے''

کے اصول کی بناء پر اس آیت میں وحی کا حقیقی معنی القاء اور الہام ہے۔

۳۔ اِذاوَ حَيْنَـا اِلَـى اُمِّكَ مَـايُـوْحـىٰ۔اَنِ قْـذِفِيْـه فِي التَّابُوتِ فَاقْذِ فِيْهِ فِي اَلْيَمِّ۔۔۔(۴۰)

اس وقت جب ہم نے تیری ماں کو وہ وحی کی تھی جس کی اسے ضرورت تھی کہ تم اسے صندوق میں ڈال دو اور اس صندوق کو دریا میں بہادو۔

۴۔ وَاَوحَيْنَـآ اِلَـى اُمِّ مُـوْسٰـى اَنْ اَرْضِعِيْـه فَاِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَاَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ وَلَا تَخَافِيْ وَلَا تَحْزَنِي اِنَّا رَآدُّوهُ اِلَيكِ وَجَاعِلُوهُ مِنَ الْمُرسَلِين ۔(۴۱)

ہم نے مادر موسیٰ کی طرف وحی کی کہ اسے دودھ پلائے جب تجھے اس کے بارے میں کچھ خوف پیدا ہو تو اسے دریا میں ڈال دینا اور ڈرنا نہیں، نہ ہی غمگین ہونا کیونکہ ہم اسے تیرے پاس لوٹا دیں گے اور اسے رسولوں میں سے قرار دیں گے۔

مذکورہ دو آیات میں لفظ وحی اپنے حقیقی اور لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے البتہ اس کے لیے محققین نے تعابیر مختلف استعمال کی ہیں۔اس بارے میں ہادی معرفت بیان کرتے ہیں:

قرآن میں وحی کا تیسرا معنی ''الہام نفسی'' استعمال ہوا ہے۔الہام نفسی وہ باطنی شعور ہے جسے انسان اپنے اندر محسوس کرتا ہے لیکن اس کا سرچشمے اور منبع سے وہ بے خبر ہوتا ہے۔کبھی یہ الہام اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہوتا ہے اور کبھی غیر اللہ کی طرف سے۔۔۔اور رحمانی الہام کی مثال حضرت موسیٰ کی والدہ کو ہونے والی وحی ہے۔

(قصص آیت ۷)(۴۲)

الکشاف میں آیا ہے کہ

اما علی طریق الوحی و ھوالالھام و القذف فی القلب اوالمنام کما اوحی الی ام موسی ۔(۴۳)

اس میں تین تعابیر استعمال ہوئی ہیں جن میں پہلی دو ایک معنی کو واضح کرتی ہیں جبکہ تیسری تعبیر بھی اس کے لغوی معنی سے سازگار ہے۔

ابن قیم جوزی نے بیان کیا ہے۔

فالتحدیث الھام خاص وھوالوحی الی غیر الانبیاء اما من المکلفین کقولہ تعالیٰ(واو حینا الی ام موسی)۔(۴۴)

انہوں نے بھی وحی کا معنی ''الہام'' ذکر کیا ہے۔البتہ اس کے لیے ان کی اپنی اصطلاح تحدیث ہے۔محمد رشید رضا نے اس آیت میں وحی کا مفہوم ''الاعلام فی الخفاء'' یعنی مخفی طور پر آگاہ کرنا بیان کیا ہے۔(۴۵)

پیر کرم شاہ نے اسے ''الہام'' قرار دیا ہے۔(۴۶)

جعفر سبحانی نے مورد نظر آیت میں وحی کا معنی القاء برروح کر کے اس کی دو اقسام بتائی ہیں جس میں ''الہام'' کے ضمن میں مذکورہ آیت (قصص ۷) کا ذکر کیا ہے۔(۴۷)

ڈاکٹر رامیار نے تمام احتمالات کا ذکر کر دیا ہے۔وہ لکھتے ہیں:(قصص۔۷)(ایسی وحی کو الہام ،قلب میں القاء یا دل میں ڈالنا، آگاہ کرنا رویاء یا وہ کلام جو سنایا گیا ہو، کہا گیا ہے۔(۴۸)

ان تمام معانی میں، جو ان اقوال میں مذکور ہوئے ہیں کوئی ایسا معنی نہیں ہے جو وحی کے لغوی معانی سے ہم آہنگ نہ ہو۔پس تعبیر کوئی بھی ہو اصلی مفہوم ایک ہے اور اس کے لیے جامع تعبیر ''الہام'' ہی ہے۔

۵۔ وَاِذْاَو حَيْتُ اِلَى الْحَوَارِيِّنَ اَنْ آمِنُوا بِی وَ بِرَسُوْلِی قَالُوا آمَنَّا وَ اَشْهَدْ بِاَنَّنَا مُسْلِمُوْنَ۔(۴۹)

اور جب میں نے حواریوں کی طرف وحی کی کہ مجھ پر اور میرے بھیجے ہوئے پر ایمان لاؤ تو انہوں نے کہا کہ ہم ایمان لائے اور تم گواہ رہو کہ ہم مسلمان ہیں۔اس آیت میں ابن فارس نے ''اذا او حیت الی الحواریین'' میں وحی کے معنی'' لکھے ہوئے حکم'' کے بیان کیے ہیں۔(۵۰)

صاحب التاج نے اس آیت میں حواریوں کی طرف وحی کرنے کے معنی'' امر اور حکم دینے'' کے کیے ہیں۔(۵۱)

راغب نے کہا ہے کہ یہ وحی حضرت عیسیٰ کی وساطت سے حواریوں کو ملی تھی۔(۵۲)

امام طبری نے قدرے تفصیل سے بیان کرتے ہوئے کہا ہے

''اہل تفسیر'' نے اذ اوحیت'' کی تفسیر میں اختلاف کیا ہے اگرچہ اس کا معنی متفق علیہ ہے۔بعض نے کہا ہے مجھے محمد حسین نے بیان کیا اور اس نے کہا......کہ سدی نے کہا ہے کہ ''اذ واحیت'' یعنی ''قذومت فی قلوبھم'' جبکہ بعض دوسروں نے اس کا معنی :الھمتھم کیا ہے۔(۵۳)

امام طبری نے اس وحی کے دو معنی بتائے ہیں۔ صاحب الکشاف نے اس وحی کا معنی رسولوں کی زبانی ''انہیں حکم دینا'' کیا ہے۔(۵۴)ابن قیم جوزی۔(۵۵)جعفر سبحانی۔(۵۶)اور محمود حجازی۔(۵۷) نے مذکورہ آیت میں وحی کے معنی الہام بیان کیے ہیں۔ڈاکٹر رامیار نے ''حضرت عیسیٰ کے واسطے سے ''آگاہ کرنا'' کے معنی متعین کیا ہے۔(۵۸)امین احسن اصلاحی نے کہا ہے:وحی کا لفظ یہاں اصطلاحی معنی میں نہیں بلکہ لغوی معنی میں ہے۔یعنی دل میں کوئی ارادہ ڈالنا۔(۵۹)سعیدی روشن نے بھی اس کا مفہوم ''الہام اور دل میں القاء'' بیان کیا ہے۔(۶۰)امر کرنا،مکتوب کے ذریعے بات پہنچانا،دل میں بات یا ارادہ ڈالنا اور آگاہ کرنا سب وحی کے لغوی مفاہیم ہیں۔پس اس آیت میں بھی وحی اپنے حقیقی اور لغوی معنی میں استعمال ہوئی ہے۔

۶۔ وَاِنَّ الشَّیٰطِیْنَ لَیُوحُونَ اِلٰی اَولِیٰائِھِم لِیُجَادِلُوْکُمْ۔ (۶۱)اور شیاطین اپنے دوستوں کو مخفی طور پر کچھ مطالب القاء کرتے رہتے ہیں تا کہ وہ آپ سے مجادلہ اور جھگڑے کے لیے کھڑے ہو جائیں

۷۔ وَکَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِکُلِّ نَبِیٍ عَدُوًّا شَیٰاطِیْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ یُوحِی بَعْضُھُمْ اِلٰی بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا۔ (۶۲)اور اس طرح ہم نے ہر نبی کے مقابلے میں شیاطین جن وانس میں کچھ دشمن قرار دیے ہیں کہ جو پر فریب اور بے بنیاد باتیں مخفی طور پر ایک دوسرے سے کہتے ہیں۔ان دو آیات میں شیطانی وسوسوں کے لیے وحی کی تعبیر استعمال کی گئی ہے۔جیسا کہ طبری نے کہا ہے:

وان الشیاطین لیوحون الی اولیائھم یلقون الیھم ذلك وسوسة" یعنی شیاطین اپنے ساتھیوں کے دلوں میں باتیں بطور وسوسہ ڈالتے ہیں۔ (۶۳)طبرسی نے اس وحی کی تفسیر ''اشارے کرنا'' سے کی ہے اس کے بعد انہوں نے ابن کا قول نقل کیا یہ کہ شیاطین انسانوں میں سے اپنے اولیاء کو وحی کرتے ہیں اور وحی کسی نفس میں معنی مخفی طریقے سے ڈالنا ہے اور شیاطین اہل شرک کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔ (۶۴)ایک دوسرے مقام پر انہوں نے خود ابن کا قول اختیار کیا ہے۔(۶۵)زمخشری نے بھی اس کا معنی وسوسے ڈالنا کیا ہے۔(۶۶)فخر الدین رازی نے اسے الہام سے تعبیر کیا ہے۔(۶۷)جسے جعفر سبحانی نے وسواس شیطانی سے تعبیر کیا ہے او رکلی طور پر اسے القاء برروح کے عنوان کے تحت بیان کیا ہے۔(۶۸)ان کے علاوہ طباطبائی(۶۹)ہادی معرفت(۷۰)اور پیر کرم شاہ(۷۱)نے اس وحی کو وسواس شیطانی سے تعبیر کیا ہے۔سعیدی روشن نے وسوسہ شیطانی سے تعبیر کرنے کی وجہ بتاتے ہوئے کہا ہے۔'' کیونکہ یہ القائات خفیہ اور چوری چھپے ہوتے ہیں اس لیے ان کے لیے وحی کی تعبیر استعمال ہوئی ہے۔'' (۷۲)پس معلوم ہوا کہ چونکہ شیطان مخفی طور پر ایک دوسرے تک یا انسانوں تک بات یا خبر پہنچاتے ہیں اور یہ وحی کے لغوی معنی کا ایک مصداق ہے۔لہذا یہاں بھی وحی اپنے حقیقی معنی میں استعمال ہوا ہے۔رہی یہ بات کہ اسے وسوسہ شیطانی سے کیوں تعبیر کیا گیا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ خود قرآن نے اس چیز کے لیے یہ تعبیر استعمال کی ہے۔سورۃ الناس میں آیا ہے۔

قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ النَّاسِ مَلِكِ النَّاسِ اِلٰهِ النَّاسِ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ الَّذِی یُوَسْوِسُ فِی صُدُورِ النَّاسِ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ۔ (۷۳) کہ دیجئے میں لوگوں کے پروردگار کی پناہ مانگتا ہوں لوگوں کے مالک و حاکم کی لوگوں کے معبود کی خناس کے وسوسوں کے شر سے، جو انسانوں کے سینوں میں وسوسے ڈالتا ہے وہ جنوں میں سے ہو یا انسانوں میں سے۔

۸۔ فقضھین سبع سموات فی یومین واوحی فی کل سماء امرھا۔ (۷۴) پس انہیں سات آسمانوں کی صورت میں دو دنوں میں پیدا کیا اور ہر آسمان میں اس نے وحی کی۔

۹۔ یومئذ تحدث اخبار ھابان ربك اوحی لھا۔ (۷۵) اس دن زمین اپنی تمام خبروں کو بیان کردے گی کیونکہ تیرے پروردگار نے اسے وحی کیا ہے۔تفسیر درمنثور میں دوسری آیت کی تفسیر میں ایک

حدیث میں ''اوحی لھا'' کا معنی ''امرھا'' کیا گیا ہے۔(۷۶) علامہ طباطبائی نے پہلی آیت کے ذیل میں ''اوحی'' کے مفہوم کو واضح کرنے کے لیے قدرے تفصیل سے بحث کی ہے: مختلف اقوال نقل کرنے اور انہیں رد کرنے کے بعد وہ بیان کرتے ہیں۔

فتحصل بمامر ان معنی قوله" واوحی فی کل سماء امرها"اوحی فی کل سماء الی اهلها من الملائکة الامرالالهی۔

یعنی جو کچھ کہا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ مذکورہ آیت کا معنی یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر آسمان میں اس سے مربوط اور متعلق اپنے امر کو اس کے رہنے والے یا اہل یعنی ملائکہ کو وحی کر دیا۔(۷۷) ان کی نظر میں یہ وحی آسمان کی بجائے اس کے اہل یعنی فرشتوں کو ہے۔عظیم مفسر علامہ آلوسی نے اس آیت میں اوحی کے مفہوم میں دو احتمال ذکر کیے ہیں۔

۱۔ وحی بمعنی خلقت وایجاد۔

۲۔ اللہ تعالیٰ کی طرف آسمانوں کے رہنے والوں یعنی فرشتوں کو ان کے فرائض کا سونپا جانا۔یہاں وحی اپنے معروف معنی میں ہے۔(۷۸)

اسی طرح شیخ طوسی نے کہا ہے کہ المراد بامرها ماارادہ الله منها۔(۷۹) اس سے آلوسی کی دونوں جہات مراد لی جاسکتی ہیں۔جعفر سبحانی اپنی رائے کا یوں اظہار کرتے ہیں۔

یہاں پر دو باتیں کہی جاسکتی ہیں اور ایک دوسرے کی تکمیل کرتی ہیں۔

۱۔ آسمانوں میں وحی سے مراد قوانین اور سنن کا ایجاد کرنا ہے جس کی بنیاد پر وہ خود بخود اپنے امور کو انجام دیتے رہیں۔اس کی دلیل آیت کا آخری حصہ ''ذلك تقدير العزيز العليم '' ہے۔قرآن نے اس مقام پر لفظ وحی کو مفہوم کا نیا جامعہ پہنایا ہے۔اس نے اس مورد کو ہمارے لیے کشف کیا ہے کہ یہ بھی وحی کے استعمال کا مصداق ہے۔

۲۔ یہاں ایک اور رائے بھی پیش کی جاسکتی ہے جو مندرجہ بالا سے بالاتر ہے وہ یہ ہے کہ یہ عالم محسوسات بطور مطلق آگاہ بصیر اور سمیع ہے یہ ہم ہیں کہ اسے بے جان اور بے شعور سمجھتے ہیں۔قرآن فرماتا ہے: وان من شی الا یسبح بحمدہ ولکن لاتفقهون تسبیحهم ''یعنی کوئی چیز ایسی نہیں جو اس کی حمد و تقدیس نہ کر رہی ہو لیکن تم اس کی تسبیح کو سمجھتے نہیں ہو۔اس بنا پر یہ باشعور، بصیر اور سمیع عالم کائنات نے مخفی اور سریع تعلیم کے ذریعے اپنے فرائض منصبی کو لیا ہے اور اسے انجام دے رہا ہے۔

دوسری آیت کے بارے میں وہ کہتے ہیں:

اگر آیت کے ظاہری معنی کو محفوظ رکھیں تو یہ مذکورہ بالا دوسری بات سے زیادہ سازگار ہے اور نظام قوانین وسنن کے ایجاد اور خلق کرنے سے ذرا بھی مطابقت اور ربط نہیں رکھتا۔زمین کے لیے ایسا اللہ تعالیٰ کی خصوصی تعلیم

کے ذریعے ممکن ہوا اور اس میں لفظ وحی کے استعمال کے لیے اس امر کا مخفی اور سریع ہونا جواز کا باعث ہے۔(۸۰) ان کی رائے میں اگر آسمانوں اور زمین کا صاحب شعور ہونا ثابت ہو جائے تو وحی اپنے حقیقی معنی میں استعمال ہوئی ہے۔پہلی صورت میں لفظ وحی جو خلق و ایجاد کے معنی میں استعمال ہوا۔بطور مجاز استعمال ہوا ہے۔ڈاکٹر رامیار(۸۱) اور ہادی معرفت(۸۲) نے ان دونوں آیات میں بالترتیب تقدیر یا تسخیر اور ترکیز غریزی فطری وحی کا مفہوم قرار دیا ہے حالانکہ یہ وحی کے مصادیق میں شمار ہوتے ہیں خود وحی مخفیانہ طریقے سے پیغام رسانی اور حکم کرنا ہے۔

پرویز نے پہلی آیت کے حوالے سے بیان کیا ہے:

اس آیت میں امر وحی (یا وحی امر) کے معنی مامور کرنے کے ہیں۔یعنی وہ قانون خداوندی جس کی رو سے خارجی کائنات کی ہر شے اپنے اپنے فرائض مفوضہ کی تکمیل میں سرگرداں ہے۔اسی کو سورہ نور میں اس طرح بیان کیا گیا ہے۔"کائنات کی ہر شے اپنی صلاۃ اور تسبیح کو جانتی ہے" یہی وہ وحی ہے جو ان میں جاری و ساری ہے یعنی امر خداوندی، خدا کا قانون۔اسی کے متعلق سورہ زلزال کی آیت "بان ربك اوحی لها" ہے۔۔۔۔کائنات میں ہر شئی خدا کے امر (حکم) کے مطابق سرگرم عمل ہے۔یہ خدا کی وہ وحی ہے جو ہر شے میں از خود ودیعت کر دی گئی ہے۔اسی کو قانون فطرت کہتے ہیں۔(۸۳)سعیدی روشن نے اس بارے میں اظہار کرتے ہوئے لکھا ہے:

قوانین اور ایک نظام کو جہان خلقت میں اس طرح سے ایجاد اور خلق کرنا کہ ہر ایک اپنی مقررہ مدت تک اپنے خصوصی کردار کو ادا کرتا رہے یہ چیز خالق کائنات کی طرف سے ان کی ہستی میں رکھ دی گئی ہے گویا اسے مخفیانہ صورت میں ودیعت کیا ہے اور یہ وحی ہے اوراس مثال میں استعارے کے لیے لفظ وحی کے مفہوم سے اتنی مماثلت کافی ہے۔۔۔۔

ظاہری طور پر سورہ زلزال کی آیت "بان ربك اوحی لها" میں بھی وحی مذکورہ معنی یعنی تقدیر و تدبیر کائنات میں استعمال ہوا ہے۔(۸۴)

مذکورہ اقوال کے نتیجے میں پہلی آیت میں دو معانی اور دوسری آیت میں وحی کا ایک معنی سامنے آیا ہے۔

۱۔ ہدایت تکوینی تقدیر و تدبیر نظام ہستی، تسخیر (یہ سب ایک مفہوم کی مختلف تعبیریں ہیں) اگر یہ معنی مراد ہو تو لفظ وحی یہاں بطور استعارہ استعمال ہوا ہے۔

۲۔ آسمانوں میں وحی سے مراد اس میں رہنے والے فرشتوں کو وحی ہے۔اگر یہ معنی ہو تو پھر لفظ وحی اپنے حقیقی لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔مگر اس لفظ "اہل" کو تقدیر میں لینا پڑے گا جس کے لیے کوئی ٹھوس دلیل ہمارے پاس نہیں ہے لہٰذا ان آیات میں وحی کا پہلا معنی ہی آیا ہے۔

۱۰۔ اِذْيُوحِىْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّي مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُو۔۔۔(۸۵)

جب تیرے پروردگار نے فرشتوں کو وحی کی کہ میں تمہارے ساتھ ہوں جو لوگ ایمان لائے انہیں ثابت قدم رکھو اس آیت میں پروردگار عالم کی طرف سے فرشتوں کو وحی کی گئی ہے۔ملائکہ باشعور مخلوق ہیں

لہذاان کی طرف کسی بات کا خاص اور مخفی طریقے سے پہنچانا وحی کا لغوی مفہوم ہے۔اس لیے یہاں یہ وحی اپنے حقیقی مفہوم میں ہے۔جعفر سبحانی نے اسے ''القاء برروح'' میں ذکر کیا ہے۔ (۸۶)

۱۱۔ وَاَوحَیْنَـا اِلَیهِ لَتُنَبِئَنَّهُم بِاَمْرِهُم هَذَا وَهُمْ لَایَشْعُرُوْن۔ (۸۷) اور ہم نے یوسف کی طرف وحی کی کہ تو انہیں آئندہ ان کے اس کام سے باخبر کرے گا جبکہ وہ نہیں جانیں گے۔اس آیت میں بعض محققین نے ''اوحینا'' کو وحی تشریعی قرار دیا ہے اور بعض محققین نے القاء برروح اور الہام کا معنی مقرر کیا ہے

طبرسی لکھتے ہیں:

> واوحینا الیه یعنی الی یوسف قال الحسن اعطاه الله النبوة وهو فی الجب والبشارة بالنجاة و الملك ـــ كان الوحی الیه كالوحی الی سائر الانبیاء و قال مجاهد و قتاده اوحی الله الیه ونباه و هو فی الجب۔(۸۸)

حسن کے بقول حضرت یوسف کو ہونے والی وحی دوسرے انبیاء کی وحی کی طرح ہے جبکہ مجاہد اور قتادہ نے اسے خبر دینے اور آگاہ کرنے کے معنی میں لیا ہے۔

علامہ طباطبائی نے بھی اسے وحی نبوی قرار دیا ہے۔(۸۹)

جبکہ جعفر سبحانی نے اسے الہام رحمانی کے معنی میں لیا ہے۔(۹۰)

جنہوں نے الہام کے معنی میں لیا ہے ان کی نظر میں چونکہ اس وقت حضرت یوسفؑ کو نبوت نہیں ملی تھی اس لیے یہ وحی، وحی اصطلاحی نہیں ہے بلکہ یہ لفظ اپنے لغوی معنی میں استعمال ہوا ہے۔چنانچہ دونوں صورتوں میں یہ لفظ اپنے حقیقی معنوں میں استعمال ہوا ہے۔

مجموعی طور پر ان آیات میں دومقام کے سوا دیگر موارد میں لفظ وحی اپنے لغوی اور حقیقی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ان آیات سے یہ بھی نتیجہ نکلا ہے کہ تین مقامات یعنی حضرت زکریا کی اپنی قوم کو وحی، شیاطین کی آپس میں وحی اور اپنے دوستوں کو وحی کے علاوہ باقی تمام موارد میں وحی کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

دوسری طرف وحی کو لینے والے آسمان، زمین، شہد کی مکھی، صالح انسان، فرشتے اور انبیاء ہیں۔

گذشتہ تمام مطالب کی روشنی مین ہم یہ کہتے ہیں کہ وحی کا ایک ہی معنی ہے اور قرآن میں بھی وہی ایک معنی استعمال ہوا ہے البتہ وحی کے متعلقات اور مصادیق مختلف ہیں۔ان مصادیق میں وحی کے استعمال کا ایک معیار اور قدر مشترک ہے اور وہ ''سریع''، مخفی القاء اور تفہیم ہے۔

حوالہ جات:

۱۔ تفلیسی، ابوالفضل ابوحیش بن ابراہیم، وجوہ القرآن انتشارات حکمت قم،ص ۳۰۵

۲۔فخرالدین رازی، محمد بن عمر بن حسن،مفاتیح الغیب فی تفسیر القرآن المعروف بالتفسیر الکبیر،داراحیاء التراث العربی ،بیروت ج۸،ص۴۸۔

۳۔سبحانی،جعفر منشور جاوید،ج۱۰،ص۷۹۔۹۵،انتشارات توحید۔قم ج۔۱۰ص۷۹۔۹۵

۴۔معرفت،محمد ہادی التمہید فی علوم القرآن:موئسسہ النشر الاسلامی ج۱،ص۲۷۔۲۹

۵۔رامیارمحمود ڈاکٹر،تاریخ قرآن:مصباح قرآن ٹرسٹ،لاہورص۸۹۔۹۰

۶۔معرفت محمد ہادی التمہید فی علوم القرآن موئسسہ النشر الاسلامی ج۱۔ص۲۹،۳۰ ،وہ لکھتے ہیں:الوحی الرسالی معنی رابع استعملہ القرآن فی اکثرمن سبعین موضعاً

۷۔مصباح یزدی محمدتقی قرآنی معارف،سازمان تبلیغات اسلامی،تہران۔ج۱،ص۶۵وہ لکھتے ہیں کلمہ وحی اور اس کے مشتقات نزول قرآن سے متعلق تقریباً چالیس موارد میں استعمال ہوئے ہیں۔مثال کے طور پرشوریٰ ۷،بنی اسرائیل۔۳۹

۸۔سورہ مریم آیت۱۱

۹۔راغب الاصفہانی:معجم المفردات الفاظ القرآن ،دارالفکر للطباعہ دارالنشر والتوزیع،بیروت ۔ص۵۱۵

۱۰۔الطبرسی ابوعلی الفضل بن الحسن،مجمع البیان فی تفسیر القرآن مکتبہ العلمیہ الاسلامیہ،ج۳،ص۳۷۱

۱۱۔الطبرسی ابوعلی الفضل بن الحسن،مجمع البیان فی تفسیر القرآن،مکتبہ العلمیہ الاسلامیہ،ج۳،ص۵۰۵

۱۲۔الزمخشری محمود بن عمر ،الکشاف:دارالکتاب العربی ۔بیروت ج۳،ص۷

۱۳۔الزمخشری محمود بن عمر،الکشاف:دارالکتاب العربی ۔بیروت ج۲،ص۵۰۵

۱۴۔الطوسی،ابوجعفرمحمد بن الحسن:التبیان فی تفسیر القرآن

۱۵۔ابن منظورمحمد بن مکرم جمال الدین ابو الفضل:لسان العرب،مادہ وحی،نشرادب الحوزۃ قم

۱۶۔صحیح البخاری بشرح الکرمانی،الجزء الاول،ص۱۴

۱۷۔الطبری ابوجعفرمحمد بن جریر،جامع البیان عن تاویل القرآن :دارالمعارف مصر،ج۶،ص۴۰۵،۴۰۶

۱۸۔(۱)۔رشید رضامحمد:تفسیر المنار دارالمعرفۃ بیروت،ج۶،ص۶۷،۶۸

(۲)۔طباطبائی محمدحسن المیزان فی تفسیر القرآن :دارالکتب الاسلامیہ تہران،ج۱۲،ص۳۱۲

۱۹۔سورہ مریم آیت۱۰

۲۰۔سورہ آل عمران،آیت۴۱

۲۱۔سورہ نحل،آیت ۶۸۔۶۹

۲۲۔الطبری،ابوجعفرمحمد بن جریر:جامع البیان عن التاویل القرآن:ج۶ص۴۰۵،۴۰۶

۲۳۔الکشاف،ج۲،ص۵۰۵

۲۴۔الطبرسی ابوعلی الفضل بن الحسن،مجمع البیان ج۳،ص۳۷۱

۲۵۔الطبرسی ابوعلی الفضل بن الحسن: مجمع البیان ج۶ ص۵۷۳

۲۶۔ابن قیم جوزی ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر بن ایوب: مدارج السالکین :الجزاء الاول، دارالکتاب الولی، بیروت، ص۴۵

۲۷۔صحیح البخاری بشرح الکرمانی، الجزاء الاول ص۱۴

۲۸۔الدین رازی محمد بن عمر بن حسن: التفسیر الکبیر، ج۸، ص۴۸

۲۹۔رشید رضا محمد: تفسیر المنار، ج۶ ص۶۷، ۶۸

۳۰۔طباطبائی محمد حسین: المیزان فی تفسیر القرآن، ج۱۲۔ص۳۱۲

۳۱۔طباطبائی محمد حسین :المیزان فی تفسیر القرآن، ج۱۲، ص۲۹۲

۳۲۔معرفت، محمد ہادی! التمہید فی علوم القرآن، ج۱، ص۲۷

۳۳۔شاہ محمد کرم ضیاء القرآن، ضیاء القرآن پبلی کیشنز۔لاہور ج۴، ص۳۹۲، ۳۹۳

۳۴۔محمود حجازی محمد :التفسیر الواضح :الجزاء۱۴، مطبقہ الاستقلال الکبریٰ مصر، ص۴۷، ج۲

۳۵۔عزۃ دروزۃ محمد، التفسیر الحدیث السور مرتبۃ حسب النزول: داراحیاء الکتب العربیۃ، ج۶ ص۸۰

۳۶۔افغانی، شمس الحق، علوم القرآن مکتبہ الحسن۔لاہور

۳۷۔رامیار، محمود ڈاکٹر، تاریخ قرآن ترجمہ انوار بلگرامی، مصباح القرآن ٹرسٹ۔لاہور، ص۸۹، ۹۰

۳۸۔جعفر سبحانی، منشور جاوید: موسسہ امام صادق ۱۳۷۰ھ ش، ج۱۰، ص۸۶

۳۹۔سعیدی روشن محمد باقر، تحلیل وحی از دیدگاہ اسلام ومسیحیت۔موسسہ فرہنگی اندیشہ۔ص۱۳

۴۰۔سورہ طٰہٰ۔آیات ۳۸۔۳۹

۴۱۔قصص، آیت ۷

۴۲۔معرفت، محمد ہادی التمہید فی علوم القرآن ج۱، ص۲۹

۴۳۔الزمخشری محمود بن عمر، الکشاف

۴۴۔ابن قیم جوزی ابوعبداللہ محمد بن ابی بکر بن ایوب، مدارج السالکین، الجزالاول، ص۴۵

۴۵۔رشید رضا محمد تفسیر المنار: ج۶، ص۶۷۔۶۸

۴۶۔شاہ محمد کرم، ضیاالقرآن، ج۴، ص۳۹۲، ۳۹۳

۴۷۔جعفر سبحانی، منشور جاوید، ج۱۰، ص۸۹

۴۸۔رامیار، محمود ڈاکٹر، تاریخ قرآن، ص۹۰

۴۹۔سورہ مائدہ، آیت۱۱۱

۵۰۔حوالہ: پرویز غلام احمد، لغات القرآن'' ادارہ طلوع اسلام، لاہور، ص۱۶۹۱

۵۱۔حوالہ: پرویز غلام احمد: لغات القرآن'' ادارہ طلوع اسلام، لاہور، ص۱۶۹۱

۵۲۔راغب الاصفہانی،معجم مفردات الفاظ القرآن،ص۵۵۶

۵۳۔جامع البیان من تاویل آی القرآن،ج۹،ص۲۱۷۔۲۱۸

۵۴۔الکشاف ج،ص

۵۵۔مدارج السالکین،الجزالاول ص۴۵

۵۶۔منشور جاوید،ج۱۰،ص۸۹

۵۷۔التفسیر الواضح ،ج،ص۲۸

۵۸۔تاریخ قرآن ص۹۰

۵۹۔اصلاحی امین احسن: تدبر قرآن،دارالاشاعۃ الاسلامیہ،لاہور،ج۲،ص۳۷۹

۶۰۔تحلیل وحی از دیدگاہ اسلام و مسیحیت،۱۴

۶۱۔انعام ۱۲۱

۶۲۔انعام ۱۱۲

۶۳۔جامع البیان عن تاویل آی القرآن: ج۶،ص۴۰۵،۴۰۶

۶۴۔مجمع البیان،ج۲،ص۳۵۸

۶۵۔مجمع البیان،ج۲،ص۵۴۵

۶۶۔الکشاف،ج۲،۴۷

۶۷۔التفسیر الکبیر:ج۸:ص۴۸

۶۸۔منشور جاوید:ج۱۰،ص۹۰،۹۱

۶۹۔تفسیر المیزان،ج۱۲،ص۳۱۲

۷۰۔التمہید فی علوم القرآن،ج۱

۷۱۔ضیاء القرآن ،ج۴،ص۳۹۲،۳۹۳

۷۲۔تحلیل وحی از دیدگاہ اسلام و مسیحیت۔ص۱۴

۷۳۔سورۃ الناس

۷۴۔حٰم سجدہ،آیت۱۲

۷۵۔سورہ زلزال آیات،۴۔۵

۷۶۔السیوطی جلال الدین عبدالرحمٰن ابن ابی بکر:''الدر المنثور فی التفسیر بالماثور''ج۶،ص۳۸۰

۷۷۔تفسیر المیزان،ج۱۷،ص۳۹۱۔۳۹۲

۷۸۔آلوسی ،ابوالفضل شہاب الدین السید محمود: روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی،دارالاحیاء التراث

العربی، بیروت، ج۲۴،ص۱۰۳

۷۹۔التبیان فی تفسیر القرآن: ج۹،ص۱۱۰

۸۰۔منشور جاوید، ج۱۰،ص۸۳،۸۵

۸۱۔تاریخ قرآن: ص۸۹،۹۰

۸۲۔التمہید فی علوم القرآن: ج۱،ص۲۷،۲۸

۸۳۔پرویز غلام احمد لغات القرآن، ادارہ طلوع اسلام۔اپریل ۱۹۶۱لاہور،ص۱۶۹۲

۸۴۔تحلیل وحی از دیدگاہ اسلام و مسیحیت،ص۱۲

۸۵۔انفال۔۱۲

۸۶۔منشور جاوید: ج۱۰ص۹۰

۸۷۔یوسف،۱۵

۸۸۔مجمع البیان فی تفسیر القرآن: ج۵،ص۳۳۲

۸۹۔المیزان فی تفسیر القرآن: ج۱۱،ص۱۰۰

۹۰۔منشور جاوید: ج۱۰،ص۹۰

☆☆☆☆☆

آں کتاب زندہ قرآن حکیم　　حکمت او لایزال است و قدیم

نسخہ اسرار تکوین حیات　　بی ثبات از قوتش گیر د ثبات

(علامہ محمد اقبالؒ)